OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
mei.aiou.edu.pk
iri.aiou.edu.pk

نسخ پر استشراقی اعتراضات کا ناقدانہ جائزہ

(Critical analysis of Orientalist on *nasakh*)

***ڈاکٹر سلیم الرحمٰن**
چیئرمین شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج پشاور
****ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری**
اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

ABSTRACT

Prophet of *Allah* were send to specific race, area, for a limited period except the prophet *Muhammad* (SAW). The Prophet *Muhammad* (SAW) is the Prophet for all nation, all time periods and for whole world till before the day of Judgment. Other prophets were to preach previous *shariah* or send with minor changes in existing Commandments. But Prophet Muhammad (SAW) bring with him a new complete life, which all other. A Prophets (A.S) were sent for a limited period, specific race and area except the last prophet Muhammad (SAW). Some of them preached only the previous *Shariah*, while some others came with the partial or fully change in the previous *Shariah*. On the other hand, the last prophet Muhammad (SAW) was sent as Universal Prophet, whose Prophet hood is meant for all the people, the whole world and for all the times till the day of judgment. Consequent upon the Perfection of religion on prophet *Muhammad* (SAW), all the previous *Shariahs* were abrogated. However, the last Sharia reached its perfection through an evolutionary process, covering a span of 23 years. During this process some partial or complete modification took place through recited and non-recited revelation, as was advisable according to the knowledge and will of Allah Almighty. This change / modification is conventionally called *Nasakh.* The non-Muslims and orientalists make objection on the *Nasakh* and took it for that type of modification which takes place with the passage of time or after review on some work. They thought (misunderstood) it as change of opinion and termed it as the reason of imperfection of the knowledge of Allah, while in reality *Nasakh* is totally different from that. *Nasakh* actually discovers the predetermined time period of an abrogated command as suits to the wise principles and planning of *Allah* Almighty. .

As per its conventional meaning and terms and conditions, *Nasakh* is totally according to the wisdom of Allah Almighty, which denotes the perfection of His

knowledge, not the limitation. Its refusal is equal to the refusal of the wisdom of Shariah. The given article discusses and critically analyzes the reality of *Nasakh* and the objections of orientalists on it, which brings the misunderstanding of orientalists to true light.

Key words: *Nasakh*, Prophet, Orientalist, opinion, analyzes.

مشہور مستشرق جارج سیل (George Sale) جس نے قرآن کا ترجمہ بھی کیا جو اھل مغرب کے لئے علمی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اس نے قرآن کو آنحضرت (ﷺ) کی تصنیف ہونے کا دعویٰ کیا۔

> "*Muhammad* was really the author and chief contriver of
> the *Quran* beyond dispute[1]"

موصوف اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں: "قرآن میں کچھ آیات ہیں جن میں باہمی تعارض ہے، ان پر وارد ہونے والے اعتراضات کا تدارک مسلمان علماء نسخ کے ذریعے کرتے ہیں، چنانچہ جواباً کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ احکام صادر کیے جن کو بعد میں معقول وجوہات کی وجہ سے منسوخ قرار دیا گیا[2]۔

مستشرقین ایک قدم آگے بڑھ کر ملفوف انداز میں یہ دعویٰ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ قرآن مجید کی متعارض آیات اور تضادات کو حل کرنے کا یہ طریقہ مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ نے خود وضع کیا تھا۔ "نسخ" کے اصطلاحی مفہوم سے دانستہ یا نادانستہ ناواقفیت کی وجہ سے بسا اوقات یہ تاثر دیتے ہیں کہ گویا نسخ اور نظر ثانی یا (Review) کے مترادف الفاظ ہیں۔ اور آنحضرت (ﷺ) قرآنی آیات پر نظر ثانی کے بعد ترمیم واضافہ کرتے تھے اور اپنی کتاب کی ترتیب کو نئی شکل دیتے تھے۔ اس تاثر کا اندازہ مشہور مستشرق منٹگمری واٹ کے مندرجہ ذیل اقتباس سے بخوبی ہو جاتا ہے:

> "محمد ﷺ کا یہ اعتقاد کہ آپ کے پاس من جانب اللہ وحی آتی ہے، آپ کو، ان مواد کو نئی ترتیب دینے یا دوسرے الفاظ میں حذف واضافہ کے ذریعے ان میں ترمیم کرنے سے باز نہیں رکھتا تھا۔ قرآن حکیم میں بعض ایسے حوالے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا محمد ﷺ کو بعض آیات بھلوا دیتا تھا۔ قرآنی متن کے بغور مطالعہ سے یہ بات تقریباً یقین کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے کہ قرآن کے کچھ الفاظ اور آیات کا بعد میں اضافہ عمل میں لایا گیا۔ تاہم اس قسم کے اضافوں کو محمد ﷺ کی تالیف نہیں کیا جائے گا۔ البتہ یہ بات فرض کی جاسکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کوئی ایسا ذریعہ موجود تھا کہ جب ان کو قرآن کے کسی حصے میں ترمیم یا حذف واضافہ کی ضرورت محسوس ہوتی تھی تو

آپ (ﷺ) وحی کے الفاظ سن لیتے تھے تاہم وحی کے بغیر آپ ترمیم نہیں کرتے تھے۔ روایت پسند مسلمانوں کے ہاں یہ امر مسلم ہے کہ قرآن کی کچھ آیات جن میں مسلمانوں کے لئے کچھ قوانین واحکام بیان کیے گئے تھے، وہ بعد میں آنے والی آیات کے ذریعہ منسوخ قرار دیے گئے "[3]۔

مندرجہ بالا اقتباس کو بغور پڑھنے سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ کہ منٹگمری واٹ اور ان جیسے دیگر مستشرقین قرآن میں نسخ کے وجود کی بنیاد پر اپنی مزعومات کی بے بنیاد عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ الفاظ اور جملوں میں ہیرا پھیری سے کام لے کر وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ قرآن حکیم میں حذف وترمیم کیا کرتے تھے تاہم اپنے پیروکاروں کو یہ تاثر دینے کی کامیاب ترکیب استعمال کرتے کہ یہ ترمیم یا نظر ثانی آپ ﷺ اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ قرآن میں کسی مقام پر ترمیم کی ناگزیر ضرورت پر آپ کسی نہ کسی طریقہ سے منبع وحی سے رابطہ کر لیتے ہیں اور وحی کی روشنی میں قرآن کریم میں ترمیم کر دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں "اصطلاحی نسخ" واقع ہوا ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں نسخ کے وجود پر خود قرآن بھی شاھد ہے۔ جمہور علماء اس کو تسلیم بھی کرتے ہیں لیکن منٹگمری واٹ یا استشراقی قلم انتہائی چالاکی کے ساتھ "قرآن کی شہادت اور جمہور علماء کی تصدیق" کی دلیل کو، اصطلاحی نسخ کی بجائے اپنی مزعومہ دعویٰ کہ "پیغمبر اسلام اپنی طرف سے قرآنی آیات میں حذف وترمیم کرتے اور لوگوں کو باور کراتے کہ وحی کے ذریعہ آپ یہ کام کر رہے ہیں" پر منطبق کیا ہے اور قرآن کریم کو داعی اسلام کی تصنیف قرار دے کر اپنے ان مزعومات کو قرآن کریم اور روایت پسند علماء کے سر تھوپ کر اپنی روایتی علمی خیانت کا ثبوت پیش کیا ہے۔

نسخ کو قرآن میں تضادات کی موجودگی کی دلیل اور تضادات کی موجودگی کو آپ (ﷺ) کی طرف سے نظر ثانی اور ترتیب نو کی دلیل، نظر ثانی اور نسخ کو مترادف قرار دینے کے بعد قرآن کو باآسانی آپ (ﷺ) کی تصنیف وتالیف بنایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ منٹگمری واٹ، جارج سیل اور دیگر مستشرقین کے اس دعویٰ کو ماننے کے بعد قرآن کریم کو کلام خداوندی ماننے کی گنجائش نہیں رہتی۔

نسخ پر ملحدین کے اعتراض

نسخ کے مسئلے پر ہمیشہ ملحدین کی طرف سے اعتراض ہوتا رہا کہ نسخ اللہ تعالیٰ کے علم کو ناقص قرار دینا ہے کیونکہ نسخ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ جس حکم کو اپنے بندوں کے لئے لائق اور مناسب جانا وہ بندوں کے لئے ناموزوں اور نامناسب ثابت ہوا، چنانچہ خدا اس بات پر مجبور ہوا کہ پہلے حکم کی بجائے دوسرا

حکم دے، ظاہر ہے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے علم کا نقص ظاہر ہوتا ہے اور اس کے علیم اور خبیر ہونے پر حرف آتا ہے[4]۔

نسخ پر یہود کا اعتراض

نسخ کے بارے میں یہودیوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں نسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اگر نسخ کو تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنی رائے میں تبدیلی کر لیتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ احکام الہیٰ میں ناسخ و منسوخ اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک حکم مناسب سمجھا تھا بعد میں (معاذ اللہ) اپنی غلطی واضح ہونے پر اسے واپس لے لیا، جیسے اصطلاح میں "بداء" بھی کہتے ہیں[(5)]۔

تحویل قبلہ کے موقع پر اسی چیز کو بنیاد بنا کر یہود نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر زبان طعن دراز کی۔ ابتداء میں مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ تقریباً ۱۷ مہینے مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[6]۔

(جس آیت کو بھی ہم منسوخ کریں گے یا بھلائیں گے، اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آئیں گے کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

نسخ پر مستشرقین کا اعتراض

یہود نے اپنے بغض و عناد اور مشرکین نے اپنی جہالت اور ناواقفیت کی وجہ سے الزامات لگائے۔ اہل استشراق نے تحقیق کے نام پر اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ اور احکام الٰہیہ میں نسخ کو انسانی قوانین میں ترامیم پر قیاس کرتے ہوئے ان الزامات کو علمی رنگ میں پیش کرنے کا اسلوب اپنایا۔ اور احکام شریعت میں نسخ اس طور سے پیش کیا، جیسے قانون ساز حضرات وقت گزرنے کے ساتھ اور مختلف خرابیوں کے پیش آنے کی وجہ سے یا متوقع فوائد کے حصول کے لئے اپنے بنائے ہوئے قوانین میں ترمیم کرتے ہیں۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی آراء میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کے ہاں قرآنی آیات اور قوانین میں بھی ہوتا رہا۔ اس لئے نسخ کو اگر خدا کا فعل قرار دیا جائے تو خداوند قدوس کا نقص علم نظر آتا ہے۔ لہٰذا انتہائی ہوشیاری کے ساتھ اسے مسلمانوں کے پیغمبر کی طرف سے نظر ثانی یا حذف و ترمیم بنا کر پیش کرنے لگے۔ جیسے مؤلفین اور مصنفین اپنی کتابوں کو نظر ثانی کے بعد ترتیب نو دیتے ہیں۔ ایسے ہی پیغمبر اسلام ﷺ قرآن پر نظر ثانی کر کے نئی ترتیب دیتے تھے۔ مستشرقین نے مختلف اسالیب اور پیرایوں میں "نسخ" اس انداز سے پیش کیا ہے۔ گویا نسخ اسلام اور پیغمبر

اسلام کے پاس ایسی بے رحم اور بے قید قانونی چھری ہے جس کی بنا پر جس عقیدہ کو چاہے باطل ٹھہرائے جس حکم کو چاہے ختم کر دے۔ جس قانون کو چاہے کالعدم قرار دے اور جس اخلاقی ضابطہ کو چاہے قلمزد کر دے۔ جو حکم جس وقت اور جس حالت میں خلاف مصلحت نظر آئے منسوخ کر دے۔

نسخ کی حقیقت

نسخ کا مندرجہ بالا تصور "نسخ" سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ نسخ ایک دینی شرعی اصطلاح ہے۔ جس کی مخصوص تعریف، حدود و قیود اور شرائط ہیں۔ اور اپنے دائرہ کار میں قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور اسی اصطلاحی مفہوم میں حکمت خداوندی کے عین مطابق ہے۔ جس کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کے حکمت تشریع اور فلسفہ دین کے انکار کے مترادف ہے۔ اصول نسخ نہ صرف دین اسلام میں بلکہ تمام سابقہ الہامی مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

لغت میں "نسخ" تبدیل کرنے، کسی چیز کو اٹھا دینے (رفع)، ہٹا دینے (ازالہ) اور نقل کرنے کے معانی میں استعمال کیا جاتا ہے[7]۔ ایک چیز کو ہٹا کر اس کی جگہ دوسری چیز لانے کو بھی نسخ کہا جاتا ہے۔ اس طرح نسخ کے لغوی معنی کے دو جز ہیں: مٹانا اور لانا۔ کبھی یہ لفظ دونوں مفہوموں کو ادا کرتا ہے اور کبھی ایک یعنی صرف مٹانا یا صرف بنانا اور لانا([8])۔ اس لحاظ سے نسخ کا مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کسی زمانے کے حالات کے مناسب ایک شرعی حکم نافذ فرماتا ہے۔ پھر کسی دوسرے زمانے میں اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر اس حکم کو ختم کر کے اس کی جگہ کوئی نیا حکم عطا فرما دیتا ہے۔ اس عمل کو "نسخ" کہا جاتا ہے۔ اور اس طرح جو پرانا حکم ختم کیا جاتا ہے اسے منسوخ اور جو نیا حکم آتا ہے اسے ناسخ کہتے ہیں[9]۔

اصطلاح شریعت میں نسخ کی تعریف کی جاتی ہے: "رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متأخر"[10]۔ (بعد میں آنے والی دلیل شرعی کی بناء پر پہلے سے موجود حکم شرعی کے ختم کرنے کو نسخ کہتے ہیں)۔

نسخ کی اصطلاحی تعریف میں گو اہل علم کی تعبیرات مختلف ہیں لیکن ان کا حاصل یہ ہے کہ نسخ شریعت کے ایسے احکام لانے کا نام ہے جس کا مقصد شارع کی جانب سے آنے والے پہلے حکم کو ختم کرنا ہو اور پہلے حکم سے متصل نہ ہو بلکہ ایک وقتی فاصلہ پر ہو[11]۔

حکم شرعی عام ہے قرآن ہو یا حدیث اور حدیث قولی ہو یا حدیث فعلی، چنانچہ نسخ کی تعریف سے واضح ہے کہ ناسخ و منسوخ قرآن و حدیث کی نص ہو سکتی ہے۔ اجماع و قیاس نہ ناسخ بن سکتے ہیں اور نہ منسوخ۔ گویا نسخ کا تعلق صرف اور صرف وحی سے ہے۔ وحی سے قطع نظر نہ کسی حکم کو منسوخ کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی حکم کو ناسخ قرار دیا جا سکتا ہے۔ نسخ میں اجتہاد کا دخل نہیں ہوتا۔ اجتہاد کے ذریعہ کسی حکم کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا قیاس جو کہ اجتہاد ہی کی ایک شکل ہے اور اجماع امت جو کہ متفقہ قیاس کا دوسرا نام ہے۔ ان کے ذریعہ "نسخ" نہیں ہو

سکتا۔ نسخ کا حکم براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف "وحی متلو" کی صورت میں آتا ہے۔ یا بلواسطہ پیغمبر علیہ الصلوۃ السلام کی طرف وحی غیر متلو کی شکل میں وجود پذیر ہوتا ہے۔ اس طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ناسخ یعنی بعد میں آنے والا حکم، پہلے سے موجود (منسوخ) حکم سے کس قدر مؤخر ہو۔ متصل نہ ہو کیونکہ متصل ہونے کی صورت میں دوسرے حکم کو استثناء یا قید کہا جاتا ہے۔ نسخ نہیں کہا جاتا۔

نسخ کا ثبوت وجواز

امام سرخسیؒ نے قرآن وحدیث میں نسخ کے جائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے[12]علامہ آلوسی نسخ کے جواز پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "واتفقت أهل الشرائع على جواز النسخ ووقوعه وخالفت اليهود غير العيسوية في جوازه وقالوا: يمتنع عقلا"[13]۔

تمام اہل شرائع کا نسخ کے جواز اور وقوع دونوں پر اتفاق ہے۔ صرف یہودیوں نے بجز فرقہ عیسویہ کے نسخ کے جواز میں اختلاف کیا ہے۔ ان حضرات کے ہاں نسخ عقلاً ممتنع اور محال ہے۔ معتزلہ میں ابو مسلم اصفہانی وقوع نسخ کے قائل نہیں ان کے نزدیک اگرچہ احکام الٰہیہ میں نسخ عقلاً جائز ہے مگر کہیں واقع ہوا نہیں۔

"وأبو مسلم الأصفهاني في وقوعه فقال: إنه وإن جاز عقلا لكنه لم يقع"[14]۔

ابو مسلم اصفہانی نے وقوع نسخ کا انکار کیا ہے۔ ان کے ہاں نسخ عقلاً جائز ہے۔ نسخ کسی عیب یا اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے منافی نہیں۔ لیکن عملاً واقع ہوا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے طرح صفت علم بھی کامل ہیں۔ اس میں ماضی، حال اور استقبال، یا حالات وواقعات کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں آتا۔ اس لئے قرآن کریم میں نسخ کے وقوع کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں نسخ کے جواز بلکہ اس کے پائے جانے پر متعدد شواہد اور دلائل موجود ہیں، جن کے ہوتے ہوئے نسخ کے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں صراحۃً نسخ کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[15]۔

(جس آیت کو بھی ہم منسوخ کریں گے یا بھلائیں گے، اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آئیں گے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے)۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُواْ إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ﴾[16]۔

(جب ہم آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتے ہیں جو نازل فرماتے ہیں تو وہ کہہ اٹھتے ہیں کہ تم گھڑ کر لانے والے ہو۔ بلکہ ان میں سے اکثر اس حقیقت کا ادراک نہیں رکھتے)۔

امام ابو بکر حازمی نے نسخ کے جواز پر متعدد آیات وآثار نقل کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طریق سے آپ (ﷺ) کا ارشاد نقل کیا ہے: ''ان احادیثی ینسخ بعضها بعضاً''[17] میری احادیث بعض بعض دوسروں کو منسوخ کر سکتی ہیں۔

نسخ کی صورتیں قرآن وحدیث کے تناظر میں

ناسخ اور منسوخ میں عقل وقیاس کا کوئی دخل نہیں۔ نسخ صرف قرآن یا حدیث کی نص سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے نسخ کی چار صورتیں بنتی ہیں: اول: قرآن کا نسخ قرآن سے، دوم: حدیث کا نسخ حدیث سے، سوم: حدیث کا نسخ قرآن سے، چہارم: قرآن کا نسخ حدیث سے، ان میں پہلی دو صورتوں پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ کہ قرآن سے قرآن کا نسخ اور حدیث سے حدیث کا نسخ بالاتفاق جائز ہے۔ لیکن آخری دو صورتیں یعنی حدیث کا نسخ آیت قرآنی سے اور آیت قرآنی کا نسخ حدیث کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے[18]۔

نسخ القرآن بالقرآن

یعنی کسی قرآنی آیت سے دوسری آیت قرآنی یا قرآنی حکم سے دوسرے حکم قرآن کا نسخ جائز ہے اور اس کے وجود وجواز پر متعدد شواہد موجود ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۰ جو کہ آیت وصیت کہلاتی ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ سورہ النساء کی مفصل احکامِ میراث پر مشتمل آیت نمبر ۷ ﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاء نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾ یعنی آیت نمبر ۷ سے منسوخ ہے[19]۔

نسخ الحدیث بالحدیث

حدیث سے حدیث کی نسخ کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ زیارت قبور کی ممانعت کے بعد اس کی اجازت دے کر پہلی روایت کو منسوخ قرار دیا گیا۔ امام مسلم نے آپ (ﷺ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ "کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها"[20] میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا پس اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو۔

نسخ الحدیث بالقرآن

آیات سے احادیث کے منسوخ کیے جانے کے سلسلے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء و متکلمین اور بعض شوافع کے نزدیک قرآنی آیت سے حدیث کا نسخ درست اور جائز ہے۔ اگرچہ امام شافعیؒ کا ایک قول عدم جواز کا بھی ہے۔ تاہم مشہور قول جواز کا ہے [21]۔

نسخ کی یہ صورت اس لئے جائز ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد بھی درحقیقت وحی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى، فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّى عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا﴾ [22]۔

آپ ﷺ اپنی خواہش اور مرضی سے نہیں بولتے۔ آپ ﷺ کا بولا ہوا درحقیقت وحی ہی ہے جو آپ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے۔ آیت کریمہ کی رو سے آپ ﷺ کا نطق "وحی" کا نتیجہ ہے۔ اور آپ ﷺ نے صرف قرآن حکیم ہی کا نطق نہیں کیا بلکہ قرآن حکیم کے علاوہ بھی بہت سی تعلیمات سنائی ہیں۔ وہ بھی وحی کا نتیجہ ہی ہو گا۔ لہٰذا آپ ﷺ کا بولا ہوا اول الذکر "وحی متلو" اور مؤخر الذکر "وحی غیر متلو" قرار پائے گا۔ یا پہلا قرآن اور دوم حدیث ہو گا۔ اس لحاظ سے قرآن اور حدیث دونوں وحی کی قسمیں اور ان سے ثابت شدہ احکام اللہ تعالیٰ کے احکام ہوئے۔ لہٰذا قرآن سے حدیث کا نسخ ایسا ہے جیسا کہ ایک حکم الٰہی سے دوسرے حکم الٰہی کا نسخ ہے کہ اس صورت کے جواز میں بظاہر کوئی اشکال نظر نہیں آتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں ماہ رمضان میں رات کو سو کر اٹھنے کے بعد شب میں بھی کھانے پینے اور بیویوں کے پاس جانے کی ممانعت تھی تاہم اس بات کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں تو ظاہر ہے یہ حکم فرمان رسول پر ہی مبنی تھا اور بعد میں قرآنی حکم ﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّهُ لَكُمْ وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّليْلِ وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا" [23]۔

نسخ القرآن بالحدیث

احادیث کے ذریعہ قرآنی آیات کے منسوخ ہونے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ فقہاء احناف متکلمین، اکثر علماء اصول اور بعض شوافع کے نزدیک نسخ کی یہ صورت جائز ہے۔ البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ صورت درست نہیں [24]۔

اہل علم کے نزدیک اس صورت کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے آپ ﷺ کا منصب و مقام متعین کر کے یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ لوگوں کے لئے قرآنی احکام کی توضیح و تبیین کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾[25] اور نسخ بھی در حقیقت بیان ہی کی ایک صورت ہے۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اس حکم کی مدت اب ختم ہو چکی ہے[(26)]۔ اس لئے بعض اصولیین نے نسخ کی تعریف ہی اس طرح کی ہے کہ نسخ حکم شرعی کے انتہاء مدت کو بیان کرنے کا نام ہے[27]۔

حدیث سے آیت کے نسخ کی مثال وارث کے لئے وصیت کا مسئلہ ہے۔ کتاب اللہ نے وصیت کے حکم کو عام رکھا ہے۔ اس میں وارث اور غیر وارث کا کوئی فرق نہیں۔ ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ" [28] لیکن حدیث میں واضح کیا گیا کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ "لاوصیۃ للوارث[29] بلکہ حدیث میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ ایک تہائی ترکہ تک وصیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس سے زائد نہیں[30]۔ جبکہ قرآن مجید میں وصیت کو مطلق رکھا گیا تھا۔ کوئی تحدید نہیں کی گئی تھی۔ تاہم حدیث نے تحدید کی کہ ایک تہائی تک جائز وصیت کا نفاذ ورثاء کے ذمہ ضروری ہے۔

نسخ کے حدود و قیود

نسخ ایک شرعی اصول ہے۔ اس کے بروئے کار لانے کی مخصوص حدود و قیود ہیں۔ نسخ کا دائرہ کار صرف عملی احکام ہیں۔ "النسخ لا یکون فی جمیع الأحکام بل فی الأحکام الشرعۃ التکلفیۃ الجزئیۃ التی تحتمل الوجود والعدم ای تحتمل کونہا مشروعۃ او غیر مشروعۃ فی نفسہا فی زمن النبوۃ بمعنی ان مصلحتہا تتغیر فتکون فی وقت نافعۃ وفی آخر ضارۃ"[31]۔

(نسخ کا اجراء تمام احکام میں نہیں بلکہ ان جزئی تکلیفی (عملی) احکام میں ہوتا ہے جن میں وجود اور عدم وجود کا احتمال پایا جاتا ہے۔ یعنی عہد نبوت میں اس کے نافذ العمل ہونے اور نہ ہونے کے دونوں احتمال ہو سکتے تھے کیونکہ ایسے احکام کی مشروعیت کی حکمت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا کسی وقت میں مفید اور کسی اور موقع پر غیر مفید ہوتے ہیں)۔

یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے "نسخ" کی کچھ شرطیں متعین کی ہیں، جو اس اصول نسخ سے متعلق قواعد کا احاطہ کرتی ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

ا۔ ناسخ قرآن کریم کی آیت یا آپ (ﷺ) کی قولی یا فعلی سنت ہو۔

۲۔ منسوخ حکم شرعی ہو محض عقل پر مبنی نہ ہو۔

۳۔ منسوخ حکم ایسا ہو جو مشروع ہونے اور نہ ہونے کا احتمال رکھتا ہو۔ جس حکم کے بارے میں مشروع ہونا ہی متعین ہو۔ جیسے توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان تو ایسے احکام میں نسخ جائز نہیں ہوتا۔

۴۔ منسوخ فروعی مسائل میں سے ہو۔ عقائد اور اصول میں نسخ واقع نہیں ہوتا۔

۵۔ ایسے احکام میں نسخ واقع نہیں ہوتا جو ابدی اور دوامی ہو۔ ان کی ابدیت خود نص سے ثابت ہو۔ جیسا کہ ازواج مطہرات سے نکاح کی حرمت کا مسئلہ قرآن کریم نے عبارت النص سے واضح کیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾[32] آیت کریمہ میں لفظ "ابداً" سے بتلا دیا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ نکاح ابدی طور پر حرام ہے۔ اس طرح وہ احکام بھی منسوخ نہیں ہو سکتے جن کو مشروع چھوڑ کر آنحضرت ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہو۔ ایسے احکام ابدی متصور ہوں گے کیونکہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد یہ احکام محکم ہو گئے اور اب ان میں نسخ کا احتمال ختم ہوا۔

۶۔ نسخ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ ناسخ، منسوخ سے نزول میں مؤخر ہو اور دونوں کے ورود کے درمیان کسی قدر فاصلہ ہو۔

۷۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ناسخ اپنے ذریعہ ثبوت کے اعتبار سے منسوخ سے قوی یا اس کا ہم درجہ ہو۔

۸۔ اگر کسی حکم کی مشروعیت کی مدت متعین ہو۔ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد اگر نیا حکم آجائے تو اس کو نسخ نہیں کہا جائے گا۔

۹۔ منسوخ مکلّف کے علم میں آچکا ہو خواہ اس پر عمل کی نوبت آئی ہو یا نہ آئی ہو[33]۔

مندرجہ بالا شرائط سے نسخ کا دائرہ کار متعین ہو جاتا ہے۔ کہ اصول، عقائد، اخبار سابقہ، قصص، شریعت کے احکام کلیہ اور مکارم اِخلاق میں نسخ جاری نہیں ہوتا۔ صرف عملی فروعی احکام میں نسخ کا اصول رو بعمل لایا جاتا ہے۔ اصولی طور پر تین قسم کے نصوص ایسے ہیں جن میں نسخ کا احتمال نہیں ہوتا[34]۔

اول: وہ نصوص جو اساس احکام کا درجہ رکھتے ہیں۔ اشخاص وادوار کے فرق کی وجہ سے ان میں تغیر نہیں آتا، جیسے عقائد، مکارم اخلاق، عدل وانصاف، امانت وصداقت کے احکام اس طرح شرک، خون ناحق، جھوٹ، خیانت، ظلم، دھوکہ، والدین کی نافرمانی کی ممانعت۔

دوم: وہ نصوص جن کا تعلق ماضی یا مستقبل کے اخبار سے ہو جیسے انبیاء سابقین علیہم السلام اور گذشتہ امتوں کے واقعات اور قصے، علامات قیامت اور فتنوں کے بارے میں آپ (ﷺ) کے فرمودات۔

سوم: وہ نصوص جن میں ابدیت اور دوامیت کی صراحت کے ساتھ حکم دیا گیا ہو جیسے ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کی حرمت کا مسئلہ اس میں ابدیت کی صراحت کر دی گئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾[35] اور ہمیشہ کے لیے آپ ﷺ کی ازواج سے تمہارے لیے نکاح کرنا ممنوع قرار دیا گیا ہے یا جیسے عورتوں پر تہمت لگانے والوں کو ہمیشہ کے لیے بطور سزا مردود الشہادۃ قرار دیا گیا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[36] یہ حکم ناقابل نسخ ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قابل عمل اور محکم رہے گا۔

متقدمین اور متاخرین کے ہاں نسخ کی تعداد

بعض اہل علم بالخصوص متقدمین کے نزدیک نسخ کے مفہوم میں بہت وسعت ہے۔ ان حضرات کے نزدیک عام کی تخصیص یا کسی مطلق کی تقیید یا اجمال کی تفصیل بھی نسخ کہلاتا ہے۔ کسی حکم کی جگہ مکمل طور پر دوسرا حکم دیا جانا ہی نسخ نہیں۔ امام شاطبیؒ کہتے ہیں:

> "فقد یطلقون علی تقیید المطلق نسخاً وعلی تخصیص العموم بدلیل متصل او منفصل وعلی بیان المبہم والمجمل نسخاً، کما یطلقون علی رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متاخر نسخاً"[37]۔

(متقدمین حضرات مطلق کے مقید کرنے، عام کے دلیل متصل یا منفصل کی بناء پر تخصیص کرنے اور مبہم و مجمل کے بیان پر بھی نسخ کا اطلاق کرتے تھے جیسا کہ متأخر حکم شرعی کے ذریعہ حکم متقدم کے ختم کرنے پر نسخ کا اطلاق کرتے تھے)۔

متقدمین کے ہاں نسخ کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ مکمل ترمیم، جزوی ترمیم، تخصیص، تقیید، تفصیل کے علاوہ زمانہ جاہلیت سے مروج طریقوں کی ممانعت اور سابقہ شریعتوں کے احکام کی تبدیلی کو بھی دائرہ نسخ میں داخل سمجھتے ہیں۔ لیکن متأخرین نے اس کو محدود مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ صرف بعد میں آنے والی دلیل شرعی کی بنا پر پہلے سے موجود حکم شرعی کے اٹھا دینے کو یہ حضرات نسخ قرار دیتے ہیں۔ نسخ کے اس اصطلاحی مفہوم کا منسوخ آیات کی تعداد پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ متقدمین کے اصطلاح کے مطابق منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو ہیں۔ امام شاہ ولی اللہؒ کے مطابق اگر مزید غور وخوض سے کام لیا جائے تو ایسی آیتیں مزید بڑھ جائیں گی[38]۔ متأخرین کی نزدیک منسوخ آیات کی تعداد اتنی نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک ان ہی آیات کو منسوخ شمار کیا جائے گا۔ جن پر اب بالکل ہی عمل نہیں ہوتا، اور ان کو مکمل طور پر اٹھا دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ کے نزدیک بیس آیات منسوخ ہیں[39]۔ بلکہ امام شاہ ولی اللہؒ نے اس موضوع پر محققانہ بحث کرتے ہوئے صرف پانچ آیتیں منسوخ قرار دی ہیں[40]۔

نسخ کا فلسفہ وحکمت اور اس پر وارد شبہات کا جائزہ

مستشرقین مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کے تضادات کو جواز مہیا کرنے کے لیے "نسخ کا اصول" وضع کیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ قرآن پر وارد ہونے والے اعتراضات کا تدارک کرتے ہیں۔ مستشرقین یہ تاثر بھی دینے کی کوشش کرتے ہیں، کہ پیغمبر اسلام ﷺ قرآن کریم میں ترمیم یا اضافہ کر کے اس کو ترتیب نو دیتے تھے اور اپنی طرف سے ترمیم واضافہ یا بالفاظ دیگر نظر ثانی کر کے لوگوں کو تاثر دینے کی کوشش کرتے۔ کہ جس مقام پر ترمیم کی ضرورت ہو کسی نہ کسی ذریعے سے منبع وحی سے رابطہ کر لیتے ہیں اور وحی کے ذریعہ قرآن کریم میں ترمیم کر دیتے ہیں۔ اور اسی کو نسخ کا نام دیتے تھے۔

مستشرقین کے ان اعتراضات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ حضرات قرآن کریم کو آسمانی کتاب ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اسے انسانی کلام قرار دیتے ہیں۔ عرب کے قدیم یہود ونصاریٰ کی ہی تقلید میں مستشرقین جدت کا لبادہ اوڑھ کر دور حاضر میں قرآنی نظم ومتن کو غیر محفوظ قرار دینے کی کوشش میں مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ تاہم استشراقی منہج واسلوب ان علمی نزاعات میں ترقی یافتہ اور بظاہر غیر جانبدار روپ دھارے ہوئے نظر آتا ہے۔ چنانچہ نسخ پر مذکورہ بالا دو اعتراضات کی بنیاد نزول قرآن کے زمانہ میں یہود کی طرف

سے بطور خاص اس وقت نمایاں ہو کر سامنے آ گئی جب ۱۶ یا ۱۷ مہینے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھنے کے بعد خانہ کعبہ کو قبلہ بنا کر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، اور پہلا حکم منسوخ کیا گیا۔ یہ اور اس جیسے دیگر واقعات نے یہود پر اعتراض کیا کہ نسخ اللہ تعالیٰ کے علم کو ناقص قرار دینے کے مترادف ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: یہودی مسلمانوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالنے کی کوشش کرتے رہے اور ان کا اعتراض یہ تھا کہ اگر پچھلی کتاب بھی خدا کی طرف سے آئی تھی اور یہ قرآن بھی خدا کی طرف سے ہے تو ان کے بعض احکام کی جگہ اس میں دوسرے احکام کیوں دئے گئے؟ ایک ہی خدا کی طرف سے مختلف وقتوں میں مختلف احکام کیسے آ سکتے ہیں؟ پھر تمہارا قرآن یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہودی اور عیسائی اس تعلیم کے ایک حصے کو بھول گئے جو انہیں دی گئی تھی۔ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی تعلیم اور وہ حافظوں سے محو ہو جائے یہ ساری باتیں وہ تحقیق کی خاطر نہیں بلکہ اس لیے کرتے تھے کہ مسلمانوں کو قرآن کے من جانب اللہ ہونے میں شک ہو جائے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں مالک ہوں، میرے اختیارات غیر محدود ہیں، میں اپنے جس حکم کو چاہوں منسوخ کروں اور جس کو چاہوں حافظہ سے محو کر دوں۔ مگر جس چیز کو منسوخ کرتا ہوں، اس سے بہتر چیز اس کی جگہ لاتا ہوں یا کم از کم وہ اپنے محل میں اتنی ہی مفید ہوتی ہے اور مناسب ہوتی ہے، جتنی پہلی چیز اپنے محل میں تھی[41]۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس جواب کو مختصر کر کے ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

> "یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں، اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی" اللہ تعالیٰ نے فرمایا " عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پچھلی میں، لیکن حاکم ،مناست وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے۔ اُس وقت وہی مناسب تھا اور اب دوسرا حکم مناسب ہے"[42]۔

اہل کتاب اور ان کے زیر اثر مستشرقین کے نزدیک اگر نسخ کو تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رائے میں تبدیلی کر لیتا ہے۔ پہلے ایک حکم مناسب سمجھا تھا، بعد میں غلطی واضح ہونے کے بعد اسے واپس لے لیا۔ چنانچہ خدا اس بات پر مجبور ہوا کہ پہلے حکم کی بجائے دوسرا حکم دے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا نقص ظاہر ہوتا ہے اور اس کے علیم و خبیر ہونے پر حرف آتا ہے۔ مسلمانوں میں فرقہ معتزلہ کے بعض لوگوں نے

شاید ان مخالفین کے طعن سے بچنے کی راہ یہ نکالی۔ کہ احکام الٰہیہ میں نسخ ہونے کا امکان تو ہے کوئی امر اس امکان کے لیے مانع نہیں لیکن پورے قرآن میں نسخ کا وقوع نہیں ہوا لہٰذا نہ کوئی آیت ناسخ ہے نہ منسوخ[43]۔

جو حضرات قرآن کریم میں نسخ کے وجود کے قائل نہیں دراصل وہ سمجھتے ہیں کہ نسخ ایک عیب ہے جس سے قرآن کریم کو خالی ہونا چاہیے۔ لیکن نسخ کو عیب سمجھنا کوتاہ نظری کی بات ہے پھر عجیب بات یہ ہے کہ معتزلہ میں ابو مسلم اصفہانی اور ان کے متبعین عموماً یہودی ونصاریٰ کی طرح اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے احکام میں نسخ واقع ہوا ہے بلکہ وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں نسخ نہیں ہے، اب اگر نسخ کوئی عیب ہے تو غیر قرآنی احکام میں یہ عیب کیسے پیدا ہو گیا؟ جبکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں[44]۔ چنانچہ قرآن میں وقوع نسخ کے انکار سے یہود کا اعتراض ختم نہیں ہو گا۔

جمہور اہل علم کے نزدیک 'نسخ' شریعت کا اہم اصول ہے۔ اپنی حدود وقیود میں (جن کا تذکرہ کیا جا چکا) نہ صرف یہ کہ اس کا امکان پایا جاتا ہے بلکہ قرآنی اور غیر قرآنی احکام میں واقع ہوا ہے۔ کبھی اپنے محدود مفہوم یعنی کلی ترمیم اور ازالہ حکم (رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متأخر) اور کبھی وسیع مفہوم (تخصیص، تقیید، تفصیل) جزوی ترمیم کے دائرہ کار میں روبعمل لایا گیا ہے۔ اس کو رائے کی تبدیلی، یا انسانی نظر ثانی، یا وضعی قوانین میں ترمیم جیسا سمجھنا، نسخ سے ناواقفیت ہے۔ شارع کی طرف ان امور کی نسبت کر کے اس کے صفت علم میں نقصان اور عیب کا سبب ظاہر کرنا محض ایک مغالطہ ہے۔ جو مخالفین اسلام کا پیدا کردہ ہے۔ ''نسخ'' کی حقیقت کو دیکھا جائے تو یہ انسان کے علم کے اعتبار سے حکم میں تبدیلی ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ وقدرت وعلم سے نہ حال پوشیدہ ہے، اور نہ مستقبل۔ اپنے منصوبہ کے مطابق پہلے ہی سے جس حکم کے لئے جو مدت مقرر تھی۔ اس کے لامحدود علم کے مطابق اس حکم کی افادیت اسی وقت تک تھی۔ اس حکم کو منسوخ کرنا درحقیقت اس مدت افادیت حکم کی اسی مدت کا بیان واظہار ہے۔ اس لئے بعض اصولیین نے نسخ کی تعریف ہی یہی کی: "ھو بیان انتہاء الحکم الشرعی"[45] کہ نسخ حکم شرعی کی (شارع کے نزدیک مقررہ مدت) کی انتہاء کا دوسرا نام اور اصطلاحی عنوان ہے۔

اس کے بعد قدرت لایزال کے علم کے مطابق کون سا حکم مناسب اور مفید رہے گا دوسرا حکم "ناسخ" قرار دے دیتے ہیں۔ اور اسی بیان پر عموماً نسخ کی تعریف یہ سامنے آ جاتی ہے۔ "رفع الحکم الشرعی بدلیل شرعی متأخراً"[46]۔

''نسخ'' کی اس حقیقت کو علم ربانی اور حکمت الٰہی کے نقصان کے ساتھ جوڑنا محض علمی مغالطہ اور شیطانی وسوسہ کے سوا کچھ نہیں۔ نسخ کا معاملہ حاذق اور ماہر معالج کے مرحلہ وار علاج کی طرح ہے۔ جیسے ایک دانا

طبیب مریض کے مرض کو دیکھ کر مرحلہ وار علاج طے کرتا ہے اور ہر ہر مرحلہ پر اس کی مناسب دوا تجویز کرتا ہے اور مریض کو بیک وقت مختلف مراحل میں آنے والی دواؤں سے آگاہ نہیں کرتا بلکہ ایک نسخہ لکھتا ہے۔ پھر چند دنوں کے بعد اس کی جگہ دوسری دوا تجویز کرتا ہے۔ مریض کو یہ مغالطہ پیش آسکتا ہے کہ یہ تو دوا میں تبدیلی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ کوئی تبدیلی نہیں۔ معالج پہلے سے جانتا ہے کہ ایک ماہ بعد مریض کے لیے یہ دوائیں موزوں ہو جائیں گی اور اس کے لیے دوسری دوائیں تجویز کی جائے گی۔ تقریباً یہی حال احکام شریعت میں نسخ کا ہے کہ شارع کی حکمت بالغہ کا تقاضا یہی تھا کہ جیسے جیسے انسانی تمدن ارتقائی منازل طے کرے گا شریعت کے اصولِ تدریج بروئے کار لا کر اسی کے مطابق اس کے لئے زندگی کے احکام تجویز کیے جائیں گے۔ اور جیسے یہ بات عقل ودانش اور حکمت تربیت کے خلاف ہے کہ نابالغ بچہ کو پانچ دس سال کی عمر میں بالغ ہونے کے اور نکاح کرنے کے بعد کے مسائل سے روشناس کیا جائے اس طرح یہ بات بھی حکمت کے خلاف تھی کہ انسان کو ابتداء کائنات سے آخر تک مرحلہ وار آنے والے احکام سے آگاہ کیا جائے، اس لیے حقیقت یہ ہے کہ نسخ علم ربانی اور حکمت الٰہی کے نقص کو نہیں بلکہ کمال کو ظاہر کرتا ہے[47]۔

البتہ پیغمبر اسلام خاتم النبیین ﷺ کے سر پر ختم نبوت کا تاج رکھ کر تربیت ربانی کی تکمیل کا اعلان کر دیا گیا اور آپ ﷺ سب سے آخر میں اس وقت مبعوث کیے گئے جب انسانی تہذیب اپنے ارتقاء کے مراحل طے کر چکی تھی اور وہ عہد طفولت سے عہد کہولت تک پہنچ چکی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے بعد نسخ کی نہ ضرورت باقی رہی اور نہ گنجائش (48)۔

آخری شریعت میں نسخ کے وجود کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم کے بہت سے احکام تدریج کے ساتھ نازل ہوئے ہیں، مثلاً نزول قرآن کے وقت عربوں میں شراب بہت عام تھی اور ان کی معاشرت کا حصہ بن چکی تھی۔ اسلام نے شراب کو فوراً حرام قرار نہیں دیا بلکہ بتدریج حرام قرار دیا۔ پہلے کہا گیا کہ اس میں گناہ کے ساتھ ساتھ کچھ منافع بھی ہیں۔ سرور کی لذت سے انسان تھوڑی دیر کے لئے بے خود ہو جائے۔ لیکن پھر آیت آئی "واثمهما اكبر من نفعهما" بتلا دیا کہ اس کا گناہ اس کے محدود نفع سے بڑھ کر ہے۔ گویا اس آیت کے ذریعہ پیغام دیا گیا کہ اسلام شراب کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ شراب کو اسلامی مزاج کے خلاف سمجھنے والے صاحبِ شعور لوگوں نے فوراً شراب چھوڑ دی۔ اس کے بعد حکم آیا کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ "لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ" گویا ایک اور بندش آ گئی۔ اس کے بعد آخر میں حتمی حکم نازل کیا گیا۔ "انما الخمر والمیسر۔۔۔۔" کہ شراب جوا وغیرہ یہ سب کے سب شیطانی کام ہیں اور ناپاک ہیں۔ لہٰذا ان سے بچو۔ اب اگر "نسخ" کے تناظر میں یہ تدریجی سلسلہ سامنے نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص شراب کی طرف جائے۔ اگر قرآن تسلیم کرتا ہے کہ شراب

میں کوئی فائدہ بھی ہے تو چلو اس فائدہ کی خاطر شراب نوشی کریں۔ یا شاید نماز کے وقت کے سوا حلال ہونے کے وسوسہ میں مبتلا ہو۔ ایسا سمجھنا قرآں کی غلط تفسیر ہو گی۔ بلکہ یہ ایک تدریج تھی جس میں ایک ایک کر کے احکام دیئے گئے۔ اب وہ احکام ختم ہو گئے۔ اس حد تک اجازت منسوخ کر دی گئی۔ اگر یہ آیات اب بھی قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ لیکن ان سب آیات کے باوجود حتماً اب شراب حرام ہیں اور آخری آیت "انما الخمر والمیسر۔۔۔" سے باقی آیت کو منسوخ کر دیا[49]۔

اب اگر نزول احکام میں تدریج نہ ہو تو یکبارگی شریعت پر عمل نہ ہو سکے۔ اور اگر تدریج کو روبعمل لا یا جائے تو اس سلسلے سے تعلق رکھنے والے احکام کے لیے نسخ ناگزیر ہو گا۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نسخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا قرآنی اصول علام الغیوب کا حاکمانہ اختیار اور حکیمانہ قانون ہے۔ نہ مسلمانوں کی اختراع ہے اور نہ خود آنحضرت (ﷺ) نے وضع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[50] جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل بھیج دیتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾[51] (جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتے ہیں جو نازل فرماتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم گھڑ کر لائے ہو، بلکہ ان میں سے اکثر بے علم ہیں)۔

حامل کتاب حضرت محمد (ﷺ) کا معاملہ صاحب تصنیف اور ارباب تالیف کا نہیں کہ قرآن مجید آپ کی تالیف ہو ([52])۔ اور آپ (ﷺ) اس پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی کرتے ہو۔ اور غور و فکر کے بعد اس میں حذف و ترمیم کر کے قرآن کو ترتیب نو دیتے ہو۔ آپ (ﷺ) کی حیثیت قرآن کے مبیّن، شارح، معلّم اور مہبط وحی کی ہے۔ اور بحیثیت پیغمبر آپ (ﷺ) پر وحی متلو اور وحی غیر متلو، دونوں اقسام کا نزول ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا آپ (ﷺ) کے پیغمبرانہ احکام محض آپ (ﷺ) کے ذاتی ادراک پر مبنی نہیں بلکہ وحی پر مبنی ہوتے یا پھر وحی سے تصدیق شدہ ہوتے تھے اور جب وحی کی یہ دونوں اقسام ہی ان احکام شریعت کا اصل مآخذ ہیں تو ان احکامات کے آسمانی ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ قرآن کی ساری آیات اور آپ (ﷺ) کے بتائے ہوئے احکام سب منزل من اللہ ہیں۔ جس طرح خالق کائنات نے سابقہ شریعتوں اور الہامی کتب میں زمانہ کے حالات اور انسانوں کے تقاضا کے مطابق تبدیلیاں کی ہیں اور یہ تبدیلیاں اپنی حکمت کے تحت کی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حکیم اور ہر نقص سے پاک ہیں۔ شرائع تبدیل کرنے میں نہ غلطی کی ہے، نہ بھولا ہے اور نہ رائے میں تبدیلی واقع ہوئی ہے بلکہ اپنے ازلی منصوبہ کے تحت مختلف اوقات میں ان کے مناسب احکام نازل کیے۔ احکام کا یہ اختلاف بغرض تکمیل تھا۔ غلطی یا

بھولنے کا نتیجہ نہیں تھا۔ لہٰذا نسخ امت محمدیہ (ﷺ) کی خصوصیت نہیں بلکہ سابقہ شریعتوں میں بھی ناسخ و منسوخ کا سلسلہ چلتا رہا۔ لہٰذا آخری شریعت میں وجود نسخ کی بنیاد پر اعتراضات کی گنجائش نہیں رہتی۔

توضیح کے لئے ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی اپنی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا تھا۔ حضرت سارہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھی۔ آپ کی باپ شریک (علاتی) بہن بھی تھی۔ گویا ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں بھی علاتی بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ بائبل کے مطابق حضرت سارہ کے بارے میں سیدنا ابراہیم (ﷺ) کا بیان ہے۔

> "And besides, she my sister Sirker, the daughter of my father, only, not the daughter of my mother and she became my wife".[53]

مزید برآں وہ میری بہن ہے، وہ صرف میرے باپ کی بیٹی ہے اور میری ماں کی بیٹی نہیں ہے، وہ میری بیوی بن چکی ہے۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح حلال نہیں، بلکہ مطلّقاً حرام ہے، خواہ وہ بہن ماں کی طرف سے (اخیافی ہو)، یا باپ کی طرف سے (علاتی) ہو یا ماں باپ دونوں کی طرف سے (حقیقی) ہو[54]۔

۱۔ بائبل کے مذکورہ بالا دو حوالہ جات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے شریعتوں میں بہن کے ساتھ نکاح جائز تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور بہن سے نکاح کو مطلّقاً حرام قرار دے دیا۔ خواہ بہن فقط ماں شریک یا فقط باپ شریک یا ماں باپ شریک کوئی بھی ہو۔ گویا پہلے حکم میں مکمل ترمیم ہوئی اور سابقہ حکم منسوخ قرار دیا گیا۔

۲۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے دین میں ہر چلتا پھرتا جانور حلال تھا[55]۔ لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں کئی جانور حرام قرار دیئے گئے۔

۳۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا جائز تھا اور آپؑ نے اپنے ماموں کی دو بیٹیوں "لیاہ" اور "راحیل" کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کیا تھا[56]۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ایک ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا جائز نہیں تھا[57]۔ اور شریعت اسلامی کا بھی یہی حکم ہے۔ ﴿وان تجمعوا بين الأختين﴾[58]۔

۴۔ حضرت موسیٰ علی السلام کی شریعت میں طلاق کی عام اجازت تھی[59]۔ لیکن مسیح علیہ السلام کی شریعت میں عورت کے زنا کارہ ہونے کے علاوہ کسی حالت میں بھی طلاق دینے کی اجازت نہیں[60]۔

آفرینش عالم سے لے کر آخری پیغمبر تک جتنے بھی سچے معلّمین خدا کی طرف سے حق وصداقت کی اشاعت پر مأمور ہوئے اور ان میں متعدد کو کتب اور صحائف دیئے گئے اور مختلف ادوار میں زمان ومکان اور مزاج کی رعایت کرتے ہوئے ان کی تربیت اور رہنمائی کے لئے وحی پر مبنی جو آسمانی نصاب اور منہج ربانی دیا گیا۔ ان کا ایک حصہ نظریاتی زندگی کو غیر متبدل اور دوسرے حصہ مثلاً عملی زندگی کو قابل تبدیلی بنایا گیا۔ اور انسانی تمدن کے ارتقاء کے باعث نئے احکام دیئے گئے۔ انسانوں نے جب بھی ان آسمانی نصاب میں اپنی طرف سے آمیزشیں کی۔ ان تحریفات اور امیزشوں سے پاک کرنے کی غرض سے رب کائنات کی طرف سے انسانیت کے لئے نئے بے آمیز ہدایت نامے آئے۔ اس سلسلہ کی آخری کتاب قرآن مجید کی صورت میں پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ (ﷺ) پر نازل ہوئی۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی نیا قانون اور مکمل نئ شریعت نہیں بلکہ اسی قانون کا تسلسل ہے۔ جو مختلف ادوار میں پیغمبروں کے واسطہ سے انسانیت تک پہنچتا رہا۔ جس میں اصولی اعتقادی ہدایات دی گئیں جن میں قواعد اور مقاصد کی رہنمائی کی گئی۔ کہ یہ قیامت تک قابل عمل اور ناقابل تبدیل ہیں۔ اسی لئے قرآن نے اشارہ کیا کہ قرآنی ہدایت کے ذریعہ دین پایہ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ حج کے موقع پر عرفہ کے دن میدان عرفات میں اس کا اعلان کر دیا گیا۔ ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[61]۔

اور حامل قرآن محمد رسول اللہ (ﷺ) پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔ ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ﴾[62] اس سے پہلے بے شک ایسا ہوتا رہا کہ موسوی شریعت نے سابقہ شریعتوں کے کچھ احکام کو منسوخ کیا۔ عیسوی شریعت نے بھی موسوی شریعت کے بے شمار احکام کو منسوخ کیا۔ ایسے ہی اسلامی شریعت نے سابقہ شریعتوں کے احکام کو منسوخ کیا۔ لیکن شریعت اسلامی کے بعد خالق کائنات کی طرف سے کسی نئ شریعت کے آنے کا امکان باقی نہیں رہا۔ انسانی شعور اور تمدن اپنے اوج کمال کو پہنچ گیا۔ اسے شریعت محمدی سے نوازا گیا۔ اب یہ انسانی سماج کے لئے ایسا موزوں قانون ہے کہ قیامت تک اس کی موزونیت اور اس کی افادیت کم نہیں ہو سکتی"[63]۔

مستشرقین کو سابقہ شریعتوں میں قانون نسخ پر کوئی اعتراض نہیں۔ آخری شریعت نے نسخ کے قانون کو حدود وقیود کے ساتھ مشروط کر کے صرف ایسے عملی احکام تک محدود رکھا ہے۔ جن میں ابدی ہونے کی صلاحیت

نہ ہو۔ان پر بے تکے اعتراضات کرتے ہیں چنانچہ قانون نسخ کی طرح دیگر پہلوؤں سے قرآن اور دین اسلام پر اعتراضات کی جو وجہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ مستشرقین کی اکثریت یہودیت اور عیسائیت سے تعلق رکھتی ہے۔ وجود خداوندی کے قائل ہیں۔فلاح انسانیت کے لئے آسمانی رہنمائی کی اہمیت پر یقین رکھتے ہیں۔اس بات پر بھی کامل یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اگر وہ قرآن کریم کو اللہ کی کتاب مان لیں تو دین اسلام کی مخالفت کا ان کا سارا منصوبہ خاک میں مل جاتا ہے۔ قرآن ماننے کے بعد حضور اکرم (ﷺ) کی رسالت کے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔انہیں قرآن کریم میں بیان کردہ حقائق پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے۔

قرآن کریم کو کلام الہیٰ مان لینے کے بعد انہیں یہودیت اور نصرانیت کا طوق اپنے گلے سے اتار کر خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ السلام کی تعلیمات پر عمل کرنا پڑتا ہے۔اس کے لیے وہ تیار نہیں، یا یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں۔اس لئے من گھڑت، بے تکے اور بلا دلیل سطحی اعتراضات کا سہارا لیتے ہیں اور اس کے لئے اپنی تمام قلمی صلاحیتیں، ادبی مہارتیں بروئے کارلا کر علمی خیانت اور تلبیس سے کام لیتے ہیں تاکہ ان اعتراضات سے عام مسلمان شکوک وشبہات کا شکار ہو اور غیر مسلم قرآن کو آخری الہامی کتاب سمجھ کر قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو۔

نتائج

۱۔ قرآنی احکام میں "نسخ" پر یہود نے بھول پن کا نتیجہ قرار دے کر اعتراض کیا اور اسے علم الہیٰ کے نقص کا سبب سمجھ کر خلاف عقل قرار دیا اور امکان نسخ کا انکار کیا۔

۲۔ ابو مسلم اصفہانی نے اگرچہ مکان نسخ کو تسلیم کیا لیکن قرآن میں وقوع نسخ کا انکار کیا۔

۳۔ مستشرقین نے اسی اعتراض کو تحقیق کے نام سے جدت کا جامہ پہنا کر مختلف اسالیب میں دھرایا۔ بعض مستشرقین نے اسے مسلمانوں کی ایجاد جبکہ منٹگمری واٹ نے پیغمبر اسلام کا از خود وضع کردہ اصول قرار دیا۔آنخضرت (ﷺ) پر ارباب تصنیف وتالیف کی طرح قرآن کی ترتیب نو کا ملفوف الزام لگایا اور قرآن کو آنخضرت (ﷺ) کی تصنیف قرار دیا۔

۴۔ نسخ دینی اصطلاح ہے ،اس کے اپنے حدود وقیود ہیں۔سابقہ شریعتوں میں بھی واقع ہوتا آیا ہے اور قرآن اور اسلامی شریعت میں بھی روبعمل لایا گیا ہے۔ (معاذ اللہ) نسخ اللہ تعالیٰ کے نسیان، تبدیلی رائے اور نقصان علم کی علامت نہیں بلکہ اپنے اصطلاحی مفہوم میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے تحت تکمیل شریعت کا قانون ہے۔اس سے علم ربانی اور حکمت الہیٰ کا نقص نہیں کمال ظاہر ہوتا ہے۔

۵۔ نسخ صرف فروعات اور ان احکام میں جو صرف مخصوص وقت اور دور کے لیے تھے، واقع ہوا ہے۔ یہ نسخ دین اسلام کی طرح سابقہ شریعتوں میں بھی ہوتا آیا ہے۔ عقائد، اصول، قصص، اخبار اور دوامی نوعیت کے فروعی احکام میں نسخ نہیں ہوتا۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ George Sale, The Koran, P.49. Fredrick Worn and Company, New york, 1890

2۔ The Kuran, Page: 52.

3۔ M. N Watt, W. Montgomery: Muhammad Prophet and Statesman, P. 18.

4۔ خالد سیف اللہ، رحمانی، قاموس الفقہ، ستمبر ۲۰۰۷، زم زم پبلشرز، کراچی، ج۸، ص۱۷۷۔۱۸۸

5۔ محمد تقی عثمانی، علوم القرآن، دار العلوم کراچی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۰

6۔ البقرۃ۲:۱۰۶

7۔ علی بن محمد الشریف ، الجرجانی، کتاب التعریفات، ص۳۱۰، مکتبہ لبنان، ساحد ریاض الصلح، بیروت، ۱۹۶۹، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ج۳، ص۶۱

8۔ محمد عبید اللہ، الاسعدی، مفتی، اصول الفقہ، مکتبہ ادارہ معارف، ۲۰۱۱، کراچی، ص۱۸۵،

9۔ محمد تقی عثمانی، علوم القرآن، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۱۰، ص ۱۵۹

10۔ الشاطبی ابو اسحاق، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ، تقدیم، شیخ عبداللہ دراز، بیروت، دار المعرفۃ، ج۲، ص ۸۳

11۔ فخر الدین الرازی، المحصول فی علم اصول الفقہ، ج۳، ص۲۸۲، البخاری، عبدالعزیز احمد بن محمد، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام بزدوی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ج۳، ص۲۹۹

12۔ محمد بن احمد بن ابی سھل، السرخسی، اصول السرخی، تحقیق: ابوالوفاء الافغانی، دار المعرفۃ بیروت، ج۲، ص ۵۲

13۔ محمود آلوسی، ابوالفضل، تفسیر روح المعانی، مکتبہ دار العلوم، ج۱، ص۵۲

14۔ آلوسی، تفسیر روح المعانی، ج۱، ص ۵۲

15۔ البقرۃ۲:۱۰۶

16۔ النحل۱۶:۱۰۱

17۔ ابو بکر حازمی، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الاثار، ص ۲۲

18۔ السرخسی، اصول السرخسی، ج۲، ص ۲۷

19 ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں دستور تھا کہ مردہ کا تمام مال اس کی بیوی اور اولاد بلکہ خاص بیٹوں کو ملتا تھا۔ ماں، باپ اور سب اقارب محروم رہتے تھے۔ ماں باپ اور جملہ اقارب کو انصاف کے ساتھ ترکہ ملنے کے لئے اس کے موافق وصیت فرض ہوئی اور یہ وصیت اس وقت فرض تھی وقت تک سورۃ نساء کی آیات میراث نازل نہیں ہوئی۔
(شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، مطبوعہ، مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، ۳۵، تحت آیت نمبر ۱۸۰)

20 ۔ مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح المسلم، حدیث ۹۷۷، کتاب الجنائز، باب بیان ما کان من النهي عن اکل لحوم الاضاحي بعد ثلاث في اول الإسلام وبيان نسخه وإباحته إلى متى شاء

21 ۔ امیر بادشاہ، محمد آمین، تیسر التحریر، ۱۳۰۵ھ، طبع مصر، ج ۳، ص ۲۲۲، الرازی، المحصول، ج ۲، ص ۵۳۳

22 ۔ النجم ۵۳: ۴-۳

23 ۔ علامہ عثمانی کہتے ہیں: شروع میں یہ حکم تھا کہ رمضان میں اول شب میں کھاتے پینے اور عورتوں کے پاس جانے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد ان چیزوں کی ممانعت تھی۔ بعض لوگوں نے اس حکم کے خلاف ورزی کر کے بعد میں توبہ کی۔ ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اور احکام خداوندی کی تاکید فرما دی گئی اور حکم سابق منسوخ فرما کر آئندہ کو اجازت دی گئی۔
(شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ص ۳۶، تحت آیۃ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم)۔

24 ۔ اصول السرخسی، ج ۲، ص ۶۷

25 ۔ النحل ۱۶: ۴۴

26 ۔ السرخسی، اصول السرخسی، ج ۲، ص ۲۷

27 ۔ عبد العزیز بن احمد بن محمد، کشف الاسرار، ج ۳، ص ۳۰۰

28 ۔ البقرۃ ۲: ۱۸۰

29 ۔ ابو داؤد، حدیث: ۲۸۷۰، باب ما جاء في الوصية للوارث

30 ۔ ابو داؤد، حدیث: ۲۸۶۴، باب ما جاء في الوصية للوارث

31 ۔ محمد مصطفیٰ شلبی، الدکتور، اصول الفقہ الاسلامی، ج ۱، ص ۵۵۳

32 ۔ الاحزاب ۳۳: ۵۳

33 ۔ عبد العزیز بن احمد بن محمد، علاء الدین، کشف الاسرار، ج ۳، ص ۳۲۳، ، الاحکام فی اصول الأحکام ج ۲، ص ۱۲۲، وھبہ الزحیلی، الدکتور، اصول الفقہ الاسلامی، ج ۲، ص ۹۵۵ ۔ ۹۵۸، الخلاف، اصول الفقہ، ۲۲۷، الشلبی، اصول الفقہ الاسلامی، ج ۱، ص ۵۵۴

34 ۔ عبد الوھاب خلاف، اصول الفقہ، ط/۲۰، کویت، دار القلم، ص ۲۶-۲۷

35 ۔ الاحزاب ۳۳: ۵۳

36 ۔ النور ۲۴: ۴

37 ۔ الشاطبی، الموافقات، ج ۳، ص ۷۳

38 ۔ شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند، ص ۱۹

39 ۔ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈیمی لاہور، ج ۲، ص ۳۲،

40 ۔ وہ پانچ آیتیں یہ ہیں۔ البقرہ آیت نمبر ۱۸۰ اور ۲۴۰، الانفال ۶۵، الاحزاب ۵۲، المجادلہ ۱۲، الفوز الکبیر فی اصول تفسیر (اردو ترجمہ) مولوی رشید احمد، مکتبہ العلم اردو بازار لاہور، م۔ ص ۳۸۔ خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، ج ۵، ص ۱۹۳

41 ۔ اسماعیل بن کثیر، ابوالفداء، تفسیر ابن کثیر، مکتبہ فاروقیہ لاہور، ج ۱، ص ۱۰۱،

42 ۔ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، تحت آیۃ ما ننسخ من آیۃ الخ، ص ۲۰

43 ۔ آلوسی، روح المعانی، ، مکتبہ دار العلوم، ج ۱، ص ۵۲

44 ۔ عبدالصمد رحمانی، مجلس معارف القرآن، دیوبند، ۱۳۸۶ء، ص ۱۲۰۰

45 ۔ عبدالعزیز بن احمد بن محمد، کشف الاسرار، ج ۳، ص ۳۰۰، السرخسی اصول السرخسی، ج ۲، ص ۵۴

46 ۔ شاطبی، الموافقات، ج ۲، ص ۸۳

47 ۔ خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، ج ۵، ص ۱۸۸، السرخسی، اصول السرخسی، ج ۲، ص ۱۵۲

48 ۔ خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، ج ۵، ص ۱۸۸

49 ۔ محمود احمد غازی، ڈاکٹر، محاضراتِ قرآنی، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ص ۲۹۸، ۲۹۹

50 ۔ البقرۃ ۲: ۱۰۶

51 ۔ النحل ۱۶: ۱۰۱

52 ۔ کفار مکہ نے جب قرآن کو انسانی اختراع قرار دینے کی کوشش کی تو اس سلسلے میں قرآن مجید نے سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳ میں چیلنج دیا ہے "وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ" اگر تمہیں اس امر میں شک ہو کہ جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو تم اس کی مانند کوئی سورت بنالاؤ اور اپنے مددکاروں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو پس اگر تمہیں اس کی مثل پیش نہیں کر سکتے اور یاد رکھو نہ پیش کر سکتے۔ تو تصدیق کرو کہ یہ ہماری کتاب ہے کسی بشر کی تصنیف واختراع نہیں۔ یہ چیلنج جس طرح لبید، ولید بن مغیرہ، جیسے فصیح اللسان عربوں کے لیے تھا۔ موجودہ دور کے معاندین اور مستشرقین اور عرب ادبا وفضلاء کے لیے بھی ہے۔ اسی طرح سورۃ اسراء میں آیت ۸۸ میں قرآن مجید کو انسانی تصنیف قرار دینے کی نفی کی گئی اور ارشاد وارد ہوا: "قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا" کہ دے کہ اگر ساری دنیا کے انس وجن جمع ہو جائیں قرآن کی مثل لانے کے لئے اپنی ساری صلاحیتیں اور طاقتیں خرچ کرے تب بھی قرآن کی مثل نہیں بنا سکتے۔ خواہ اس کام کے لیے وہ ایک دوسری کی مدد کے لئے آخری حد تک کیوں نہ جائے۔

53 ۔ بائبل، کتاب پیدائش: ۲۹، ۳۰

54 ۔ عہد نامہ قدیم، کتاب الاحبار، باب: ۲۰، آیت: ۱۷

55 ۔ بائبل، کتاب پیدائش، باب:۹، آیت: ۳

56 ۔ کتاب پیدائش، باب:۱۹

57 ۔ بائبل، کتاب الاحبار، باب: ۱۸، آیت: ۱۸

58 ۔ بائبل، کتاب الاحبار، باب ۷، آیت ۱۸

59 ۔ بائبل، کتاب پیدائش، باب:۱۹

60 ۔ انجیل متی: ۱۹، ۱۵

61 ۔ المائدۃ۵: ۳

62 ۔ الاحزاب۳۳: ۴۰

63 ۔ خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، ج۱، ص ۳۲۳، ۳۲۲